نیب کے قوانین پر اسلامی نظریاتی کونسل کی آراء کا تجزیاتی مطالعہ

Analytical Study of The Council of Islamic Ideology's Opinions on NAB Laws

Muhammad Bilal
MPhil Scholar, Subject Specialist,
Daanish School System & Center of Excellence, Muzaffargarh
Email: hafizbilal150@gmail.com
Hafiza Attiqa Shehzadi
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, GCU Faisalabad
Email: atiqarazzaq65@gmail.com
Muhammad Shoaib (Corresponding Author)
Teaching Assistant, Islamic Studies,
University Community College, Govt Collage University, Faisalabad
Email: shoaibgcuf202@gmail.com

Abstract

There is no nation in history books that has made progress without an accountability process behind this progress. Each one had developed a system of accountability in its own way. The process of accountability has a fundamental position after the justice system. Accountability is a process that includes ordering goodness and preventing evil, as if enforcing goodness and preventing evil is the primary responsibility of the accountability department. If we examine the Islamic eras, it is clear that the accountability department is visible in some form or the other. In the beginning, the Prophet Muhammad (PBUH) had the status of an ombudsman. After him, these qualities continued to be present in his caliphs but as the Islamic government expanded, this position was formally introduced as an institution and given official status. Thus, laws were made for it. Islam, which is a religion of nature, guides all aspects of human life, therefore it creates a system of cooperation with each other within all the needs of morality and society. Therefore, for the survival of any state, where the institutions of law, justice, armies and foreign relations are necessary, there is an institution of accountability for the establishment of peace and to eliminate the imbalances that arise in the economic life of society. That is why such institutions started to be established with the formation of Pakistan. Among them, an institution named NAB was started with the aim of accounting for the people, but due to Pakistan being an Islamic country, it has been made mandatory for all laws to be Islamic. So, the largest institution of Pakistan is the Islamic Ideology Council, which

not only keeps an eye on all such matters that are un-Islamic, but also plays its role in correcting them. This article aims to analyze the reservations expressed by the Islamic Ideology Council on some of the NAB laws that were un-Islamic.

Keywords: NAB Laws, Pakistani society, Accountability, Council of Islamic Ideology

پاکستان میں قوانین احتساب:

پاکستان جو اسلام کے نام پر وجود میں آیا، اس کے قیام کے پہلے دن سے ہی احتساب کی ضرورت کو محسوس کیا گیا، اس لیے اس کے تمام اداروں میں دورِ رسالت اور خلافت راشدہ کے دور کی جھلک نظر آنی چاہیے۔ پاکستان برصغیر کا پہلا اسلامی ملک ہے جہاں محتسب کے ادارے کے قیام کی ضرورت محسوس کی گئی لیکن کچھ سیاسی اور قانونی مشکلات کے سبب عملدرآمد میں تاخیر ہوتی رہی۔ قیام پاکستان کے ساتھ ہی The Prevention of Corruption Act 1947 (بدعنوانی کی روک تھام کا ایکٹ ۱۹۴۷ء) منظور ہوا۔ اس ایکٹ میں واضح کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص عہدے کا غلط استعمال کرتا ہے، معلوم ذرائع آمدن سے زیادہ اثاثہ جات کا مالک ہوہوتا ہے یا تحائف قبول کرتا ہے تو اسے سات سال قید اور جرمانہ کی سزا ہو سکتی ہے[1] ۱۹۷۳ء کے آئین سے قبل تین قوانین پروڈا، پوڈو اور ایڈو کو بدعنوانی، رشوت، اقربا پروری اور عہدہ کا ناجائز استعمال کو روکنے کے لیے مؤثر ہتھیار کے طور پر اختیار کیا گیا۔

پروڈا:(Public and Representative Offices (Disqualification) Act.)

جنوری ۱۹۴۹ء کو پارلیمنٹ نے وزیر اعظم لیاقت علی خاں کی قیادت میں سیاست دانوں، عوامی نمائندوں، وزرا اور سرکاری افسران کے احتساب کے لیے "پروڈا" کے نام سے بل پاس کیا۔ عملی طور پر اسے ۱۴ گست ۱۹۴۷ء سے نافذ قرار دیا گیا[2]۔ اس بل کے قانونی حیثیت حاصل کرنے کی وجہ سے کرپٹ افسران، وزرا اور ارکان اسمبلی کو ان کے عہدوں سے الگ کیا گیا۔ اس قانون کے نفاذ کی بڑی وجہ سیاسی انتشار، مفاد پرست افسر شاہی اور بدعنوان انتظامیہ تھی۔ اس قانون میں گورنر جنرل اور صوبائی گورنروں کو اختیار دیا گیا کہ وہ اگر اسی رکن پارلیمنٹ، وزیر یا افسر کو کسی بدعنوانی کا مرتکب سمجھے تو اس کا کیس تحقیقات کے لیے "سپیشل کورٹ" بھیج سکتا ہے۔ الزام ثابت ہونے کی صورت میں گورنر ایسے افراد کو دس سال کے لیے عوامی نمائندگی یا سرکاری عہدے کے لیے نااہل قرار دے۔

پروڈا ایکٹ میں شق رکھی گئی کہ اگر پانچ پاکستانی شہری کسی بھی سیاستداں، افسر کے بارے رشوت، بدعنوانی، اقربا پروری اور عہدے کا ناجائز استعمال کے خلاف درخواست دینا چاہیں تو وہ قومی خزانے میں ایک

ایک ہزار روپے چندہ کرکے ثبوتوں کے ساتھ گورنر جنرل یا صوبائی گورنر کو درخواست دے سکتے ہیں[3]۔ ۲۰ ستمبر ۱۹۵۴ء کو وزیر اعظم محمد علی بوگرہ نے گورنر جنرل سے سیاسی اختلافات کی بنا پر "پروڈا" پارلیمنٹ سے منسوخ کروادیا[4]۔ اس قانون کی منسوخی کی وجہ سے کرپٹ سیاست دانوں، افسروں اور وزرا کو احتساب کے خوف سے نجات مل گئی اور حکومت کو کرپٹ عناصر کے خلاف کاروائی کا حق بھی حاصل نہ رہا۔ پاکستان میں جو تین آئین تشکیل دیے گئے ہر ایک میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرض کو ادا کرنے والے ادارے کی ضرورت کو ہمیشہ محسوس کیا گیا اور ادارہ احتساب کے قیام کے لیے سفارشات بھی کی گئیں۔ ۲۲ دسمبر ۱۹۵۲ء کو خواجہ نظام الدین نے ایک دستوری مسودہ بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی رپورٹ کی شکل میں پیش کیا تو اس کی دفعہ ۲ کی شق ۳ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ادائیگی کے لیے جماعت کے قیام کی سفارش کی گئی۔ ۱۹۵۴ء میں اس وقت کے وزیر قانون جناب اے کے بروہی نے محمد علی بوگرہ کے وزارت عظمیٰ کے دور میں دستوری مسودہ، دستور ساز اسمبلی کو پیش کیا جس کی دفعہ ۱۱ کی مذکورہ شق کے بعد ایک اور شق کا اضافہ کیا گیا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ادارے کے اخراجات کے لیے خصوصی ٹیکس لگایا جائے اور اس سے اس ادارے کے تمام اخراجات برداشت کیے جائیں۔ لیاقت علی خاں کے بعد ایوب خاں نے بھی سیاست دانوں اور سرکاری افسران کی بدعنوانی، اقربا پروری، اختیارات کا ناجائز استعمال کو روکنے کے لیے درج ذیل دو قوانین متعارف کروائے:۔

1. ایبڈو:(Elective Bodies Disqualification Order)

ایبڈو کے نام سے ایوب خاں نے ایک احتسابی قانون ۲۵ مارچ ۱۹۵۹ء کو جاری کیا جس کا اطلاق ۱۴ اگست ۱۹۴۷ سے کیا گیا، اس کا اطلاق ان سب لوگوں پر کیا گیا جو اسمبلی کے رکن رہے ہوں یا کسی بھی عوامی عہدے پر، اس قانون کے تحت اگر کسی پر الزام ثابت ہو جائے تو اسے چھ سال کے لیے سیاست سے دور رہنے کی سزا تجویز کی گئی[5]، لیکن ایک رعایت یہ رکھی گئی کہ اگر کوئی خود رضاکارانہ اپنے آپ کو سیاست سے دور کر دے گا تو اسے کسی بھی قانونی کاروائی کا نشانہ نہ بنایا جائے گا۔ یہ قانون ۳۱ دسمبر ۱۹۶۶ء تک نافذ رہا اور اس قانون کی وجہ سے ۶۵ سیاست داں ملکی سیاست سے الگ ہوئے[6]۔ قدرت اللہ شہاب اپنے شہاب نامہ کے اندر مکمل وضاحت سے ان سیاستدانوں کے نام تحریر کرتے ہیں جن کے خلاف ایبڈو کے تحت کاروائی ہوئی۔ مزید لکھتے ہیں:۔

"مشرقی پاکستان سمیت قومی اور صوبائی سطح کے ۹۸ ممتاز سیاستدانوں کے خلاف ایبڈو کی کاروائی ہوئی۔ ان میں ۷۰ نے رضاکارانہ طور پر چھ سال کے لیے سیاست سے توبہ کر لی۔ ۲۸ سیاستدانوں نے اپنی صفائی پیش کر کے مقدمہ لڑا۔ ۲۲ مقدمہ ہار گئے اور ۶ بری ہو گئے۔"[7]

پوڈو:(Public Offices Disqualification Order)

پوڈو ۲۱ مارچ ۱۹۵۹ء کو جاری ہوا لیکن اس کا اطلاق بھی سابقہ قانون کی طرح اگست ۱۹۴۷ء سے نافذ العمل رہا۔ یہ قانون بنیادی طور پر سرکاری ملازمین کی چھان بین کے لیے بنایا گیا۔ اس کے تحت جو سرکاری عہدے دار اور سیاست دان رشوت، اقربا پروری، اختیارات کا ناجائز استعمال جیسے الزام کا مرتکب ہوا اسے پندرہ سال تک کی نااہلی جیسی سزا کا سامنا کرنا تھا۔ پوڈو کے تحت جو سکریننگ کمیٹیاں بنائی گئیں انہوں نے ۱۳۵۰ افسران اور ۱۳۰۰ ملازمین کو جبری ریٹائرڈ کر دیا اور کچھ کی ترقی روک کر تنزلی کر دی[8]۔

حسبہ بل:

پاکستان کی سیاسی تاریخ میں ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء کا دن بہت اہم سمجھا جاتا ہے جب جنرل پرویز مشرف نے اپنے مطلق العنان اقتدار کی بدولت اختیارات کو نچلی سطح تک منتقل کیا، خواتین کو قانون سازی میں شریک کیا۔ اس انقلاب کی وجہ سے ملکی سیاست میں بھی کافی تبدیلی آئی جب ملک کی چھ بڑی مذہبی جماعتوں نے مل کر ایم ایم اے کے پلیٹ فارم سے مشترکہ سیاسی جد وجہد شروع کی۔ اس اتحاد نے اکتوبر ۲۰۰۲ء کے الیکشن میں شرکت کی اور صوبہ خیبر پختونخوا میں حکومت بنانے میں کامیاب ہوا مرکز میں قائد حزب اختلاف کا عہدہ ایم ایم اے نے حاصل کیا۔ جہاں تک متحدہ مجلس عمل کے منشور کا تعلق تھا تو نظر یہ آتا ہے کہ انتخابات میں اس طرح دینی جماعتوں کا متحد ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ملک میں شرعی قوانین کا نفاذ چاہتے تھے۔ ملکی سالمیت کے ساتھ صوبائی خود مختاری اور زندگی کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھالنا ہے۔ اکتوبر ۲۰۰۲ء کے انتخابات میں بھاری اکثریت حاصل کر کے صوبائی حکومت تشکیل ہوئی تو جس وجہ سے عوام سے ووٹ لیا تھا اس کو پورا کرنے اور شریعت کے نفاذ کے لیے عملی اقدامات کیے گئے۔ جہاں گاڑیوں میں آڈیو ویڈیو کیسٹ پر پابندی اور نفاذ صلوۃ کی کوشش کی گئی وہاں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لیے حسبہ بل کے نام سے اسمبلی میں ایک بل پیش کیا گیا جو شریعت کے نفاذ کے لیے عملی قدم تھا۔

۲۰۰۳ء میں نفاذ شریعت کونسل بنائی گئی جس کا مقصد حسبہ بل کی تیاری تھی۔ اس کے چیئرمین مفتی غلام الرحمن تھے ان کے بقول انہوں نے حسبہ کی تیاری میں قرآن و سنت، قانون پاکستان، قرارداد مقاصد اور اسلامی نظریات کونسل کو بنیادی رہنما کے طور پر لیا۔ حسبہ بل ۳۱ دفعات پر مشتمل تھا جسے گورنر کے پاس منظوری کے لیے ۲۳ اپریل ۲۰۰۳ء کو بھیجا گیا۔ گورنر نے اعتراض لگا کر واپس کر دیا۔ دوبارہ ۱۹ ستمبر ۲۰۰۳ء کو بھیجا گیا تو گورنر نے اسے اسلامی نظریاتی کونسل کو رائے کے لیے بھیج دیا۔ کونسل نے گیارہ ماہ بعد اپنی سفارشات دیں۔ بی بی سی کے مطابق کونسل نے کہا کہ اس بل سے مقاصد شریعت کی تکمیل نہیں ہوتی اور یہ بل قرآن و حدیث میں امر بالمعروف

ونہی عن المنکر کے احکام کو بھی متنازعہ بنائے گا۔ یہ بل سیاسی مقاصد کی تکمیل کرے گا بہتر ہو گا کہ پہلے جو احتساب کے ادارے ہیں ان میں اصلاحات کی جائیں[9]۔ تو دوبارہ حسبہ بل اسمبلی میں پیش کیا گیا جو کہ ۳۴ کے مقابلہ میں ۶۸ ووٹ سے پاس ہو گیا۔ وفاقی حکومت کے نمائندوں نے اس بل کو انسانی حقوق اور آئین پاکستان کے خلاف قرار دیا اور کہا کہ اس کے نافذ ہونے سے دوسرے صوبوں میں بد امنی پیدا ہو گی۔ اس وقت کے صدر پاکستان نے بل کے خلاف سپریم کورٹ آف پاکستان میں ریفرنس دائر کیا تو معزز عدلیہ نے بل کو غیر آئینی قرار دیتے ہوئے اس وقت کے گورنر خیبر پختونخوا کو دستخط کرنے سے روک دیا۔

مولانا زاہد الراشدی نے حسبہ بل پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ: "جہاں تک اس کے آئین سے متصادم ہونے کا تعلق ہے، ہمارے خیال میں بل میں آئینی حدود کے اندر رہنے کی ضمانت کے بعد اس سلسلہ میں خواہ مخواہ شبہ کرنے کی ضرورت نہیں اور اگر کوئی تکنیکی الجھن موجود ہے تو اسے باہمی افہام و تفہیم سے دور کیا جاسکتا ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ ان مقاصد کے لیے پہلے سے موجود قوانین کافی ہیں ان کے ہوتے ہوئے کسی نئے نظام اور قانون کی ضرورت نہیں ہے، ہمارے خیال میں یہ اعتراض بے جا ہے اس لیے کہ ملک میں کرپشن اور مالی بد عنوانیوں کو روکنے کے لیے عام قوانین موجود ہیں اور ایک سسٹم پہلے سے چلا آرہا ہے لیکن ان قوانین اور سسٹم کی موجودگی میں حکومت نے "نیب" کا ادارہ قائم کر رکھا ہے جو اپنے الگ قوانین، نظام اور اختیارات رکھتا ہے اور پہلے سے موجود قوانین کے باوجود وہ مسلسل کام کر رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی خرابی کو روکنے میں مروجہ سسٹم اور قوانین کامیاب نہ ہو رہے ہوں تو ان کی موجودگی میں کسی خصوصی اور الگ نظام کا قیام اس درجہ قابل اعتراض نہیں ہے جس کا "حسبہ بل" کے بارے میں بار بار اظہار کیا جارہا ہے"[10]

حسبہ بل میں احتسابی دفعات:

حسبہ بل میں تین قسم محتسب متعارف کروائے گئے۔

- صوبائی محتسب
- ضلعی محتسب
- تحصیل محتسب

دفعہ 10 میں محتسب کے اختیارات اور ذمہ داریوں کے بارے بتایا گیا۔ محتسب کسی شہری کی تحریری درخواست پر، ہائی کورٹ، سپریم کورٹ، صوبائی اسمبلی کے ریفرنس پر یا خود نوٹس لے کر کسی محکمہ یا ملازم کی بد انتظامی کے الزام کی تفتیش کرے گا۔ اسلامی اخلاق و آداب کی نگرانی کے ساتھ اسلامی اقدار کی ترویج اور خلاف شریعت کام کی

روک تھام کی کوشش بھی فرائض میں شامل ہے۔ محتسب کو دفاع اور عدالتی امور کے ساتھ ایسے تمام معاہدات میں اندازی سے روک دیا گیا جو حکومت اور بیرونی حکومتوں اور ایجنسیوں کے مابین ہوں۔ دفعہ 13 میں محتسب اور حسبہ پولیس کو اختیار دیا گیا کہ وہ تفتیش کے لیے کسی سرکاری دفتر سے ریکارڈ چیک اور نقول لے سکتا ہے۔ ریکارڈ قبضہ میں لینے کی صورت میں رسید دینی ہوگی۔

دفعہ 14 توہین حسبہ اور اس کی سزا کے بارے میں ہے۔ محتسب کو وہ اختیار دیے گئے جو توہین عدالت مجریہ ۱۹۷۱ء کے تحت عدالت عالیہ کو دیے گئے ہیں۔ توہین حسبہ کی سزا کے خلاف اپیل ایک ماہ میں ہائی کورٹ میں کی جائے گی۔

دفعہ 15 اور 16 میں محتسب کو چھ ارکان پر مشتمل مشاورتی کونسل کی تشکیل کا کہا گیا۔ محتسب کسی بھی معاملہ پر مشاورت کے لیے وقت اور جگہ کا تعین کرکے کونسل کا اجلاس بلائے گا۔

دفعہ 20، 19، 18، 17 ضلعی اور تحصیل محتسب، ضلعی اور تحصیل قائمقام محتسب کی تقرری اور برخاستگی کے طریقہ کار کے ساتھ ضلعی مشاورتی کونسل کی تشکیل کے طریقہ کار کو بیان کیا گیا ہے۔ دفعہ 23 میں محتسب کو خصوصی اختیارات دیے گئے جن کی تعداد پچیس ہے۔

عوامی مقامات پر اسلامی اخلاقی اقدار کی پابندی، اسراف و تبذیر، جہیز کی اسلامی حدود، گداگری کی روک تھام، شعائر اسلام کی پابندی، عبادت گاہوں کے قریب دوران عبادت تجارتی سرگرمیوں اور کھیل کود کی پابندی، حقوق کی ادائیگی میں غفلت کا خاتمہ، منبر و محراب سے فرقہ ورانہ تقاریر سے روکنا، غیر اسلامی رسم ورواج کا خاتمہ، غیر شرعی تعویز، گنڈا کے کاروبار کا سدباب، اقلیتوں کی عبادت گاہوں اور رسومات کی ادائیگی کے دوران تحفظ یقینی بنانا، ایسی معاشرتی رسومات کا خاتمہ کرنا جن سے عورتوں کے حقوق سلب ہوں جیسے غیرت کے نام پر قتل اور رسم سورۃ، بازاروں میں ناپ تول، ملاوٹ اور مصنوعی مہنگائی کی روک تھام، حکومتی املاک کا تحفظ اور سرکاری محکموں میں رشوت ستانی خاتمہ، اہلکاروں میں خدمت کا جذبہ ابھارنا، والدین کی فرمانبرداری کی تلقین کے ساتھ قتل، اقدام قتل اور دیگر جرائم کے خاتمہ اور امن وامان کو برقرار رکھنے کے لیے فریقین میں صلح کروانا، ایسے تمام کام جو صوبائی محتسب مشاورتی کونسل کے ذریعے حکم کرے شامل ہیں۔ دفعہ 25 میں کہا گیا کہ محتسب کی طرف سے کی گئی کاروائی کی قانونی حیثیت بارے کسی بھی عدالت یا اتھارٹی کو روک دیا گیا، عدالت محتسب کے زیر غور معاملات بارے حکم امتناع یا التوا نہیں دے گی۔ دفعہ 28 کے مطابق محتسب کے حکم کی خلاف ورزی ناقابل دست اندازی پولیس جرم ہوگا، سزا چھ ماہ قید اور دو ہزار روپے جرمانہ ہوگا۔

قوانین نیب کا تعارف

قومی احتساب بیورو، نیب آرڈیننس ۱۹۹۹ء کا خلاصہ:

فہرست قوانین:

1. عنوان
2. آغاز نفاذ
3. دیگر قوانین ختم کرنے کا آرڈیننس
4. درخواست
5. تعریفیں

a. جج کی مدت ملازمت

b. ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کی حیثیت سے خدمات انجام دینے والے اور ریٹائرڈ ہونے والے ججز کے پینشنری فوائد۔

6۔ قومی احتساب بیورو

7۔ ڈپٹی چیئرمین قومی احتساب بیورو

8۔ پراسکیوٹر قومی احتساب بیورو

9۔ بدعنوانی اور بدعنوانی کی کوشش

10۔ بدعنوانی اور بدعنوانی کے عمل کی سزا

11۔ جرمانہ کے متعلق

12۔ پراپرٹی منجمد کرنے کے بارے میں

13۔ منجمد کرنے کے خلاف اعتراض یا دعوی

14۔ فرضی ملزمان کے خلاف غیر قانونی خوشی قبول کرنا

15۔ انتخابات اور عوامی عہدے سے نااہلی

16۔ مجرم کے خلاف مقدمہ چلانا

(a) مقدمات کو منتقل کرنا

(b) توہین عدالت

17۔ ضابطہ اخلاق کا اطلاق

18۔اعتراف جرم

19۔معلومات حاصل کرنے کا اختیار

20۔مشتبہ مالی لین دین کی اطلاع دینا

21۔عالمی تعاون۔ایک دوسرے سے قانونی امداد کی درخواست کرنا۔

22۔دائرہ اختیار

23۔پراپرٹی کی غلط طریقے سے منتقلی

24۔گرفتاری

25۔رضاکارانہ واپسی(درخواست برائے سودے بازی)

a. قرض کی ادائیگی

26۔معافی دینے کا اختیار

27۔ امداد لینے کا اختیار

28۔قومی احتساب بیورو میں عملہ اور افسران کی تقرری کا طریقہ کار

29۔ملزم کا گواہی دینا

30۔ شواہد کا جھوٹا ہونا

31۔تحقیقات میں رکاوٹ پیدا کرنے پر پابندی

a) وارنٹ سے بچنے کے لیے مفرور رہنا

b) استغاثہ سے الگ ہونا

c) اسٹیٹ بینک کی پیشگی اجازت سے عدالت جرم کا نوٹس لے گی

d) غلط طریقوں سے بینک سے لیے گئے قرضوں کی انکوائری اور تحقیق کے بارے میں

e) گواہوں کی حفاظت کے بارے میں

32۔اپیل

33۔زیر التوا مقدمات کا منتقل ہونا

a) بونس وغیرہ کی ادائیگی

b) عوامی معاہدات کی اطلاع

c) بدعنوانی اور اس کی روک تھام کی کوشش

d) نیب کا سالانہ رپورٹ پیش کرنا

e) جرمانہ کی رقم اور زمینوں کی محصولات کی وصولی کے متعلق

34۔ قوانین بنانے کا اختیار

a) اختیارات کو منتقل کرنے کے متعلق

35۔ خاتمہ

36۔ حفاظت

37۔ مشکلات کو دور کرنا کے متعلق

قومی احتساب بیورو اور اس کے آرڈیننس کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ معاشرے سے اقتدار اور جائیداد کے ذریعے کی گئی بدعنوانی اور مالی اداروں سے کیا گیا مالی فراڈ کا خاتمہ اور ملوث افراد کا احتساب کیا جاسکے۔ دنیا کی قومیں ایک دوسرے سے بدعنوانی کے خلاف تعاون کر رہی ہیں اس لیے بدعنوانی کے خلاف آگاہی پیدا کرنے اور باہمی قانونی امداد کے لیے اسے نافذ کیا گیا۔ ۱۴ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو اس وقت کے صدر نے جمہوری حکومت کا خاتمہ کر کے آئین معطل کر دیا تھا۔ ملک کے اندر بدعنوانی اور رشوت کو قابل احتساب بنانے کے لیے صدارتی فرمان کے تحت قومی احتساب بیورو کا قیام اور ۳۷ دفعات پر مشتمل درج ذیل آرڈیننس کا نفاذ ہوا:۔ دفعہ 1 کے مطابق آرڈیننس کو قومی احتساب آرڈیننس ۱۹۹۹ء (No.XVIII of 1999) کا نام دیا گیا ہے۔ (2017ء کے بعد ترمیمی آرڈیننس 2017ء کہا جاتا ہے)

دفعہ 2 میں کہا گیا کہ یہ آرڈیننس یکم جنوری ۱۹۸۵ء کے دن نافذ العمل ہو گا۔ (2017ء کی ترمیم کے تحت فوری نافذ ہوا) دفعہ 3 میں وضاحت کر دی گئی کہ اس آرڈیننس کی دفعات کا اطلاق دیگر تمام قوانین کے ساتھ ہو گا دفعہ 4 میں کہا گیا کہ اس آرڈیننس کا اطلاق وفاق پاکستان، وفاق اور صوبوں کے زیر انتظام قبائلی علاقوں کے تمام شہریوں پر ہو گا خواہ وہ پاکستان میں ہوں یا ملک سے باہر اور تمام شہری درخواست دے سکتے ہیں۔ دفعہ 5 میں مختلف اصطلاحات جیسے ملزم، حکومت، اثاثے، ایسو سی ایٹس، چیئرمین قومی احتساب بیورو، کوڈ، مفاہمتی کمیٹی، عدالت، جج، ڈپٹی چیئرمین قومی احتساب بیورو، قومی احتساب بیورو، پبلک آفس ہولڈر وغیرہ کی وضاحت کے ساتھ احتسابی عدالت کے جج کی مدت ملازمت کا تعین کیا گیا ہے کہ وہ تین سال تک خدمات انجام دے گا اور اگر اس دوران وہ ریٹائرڈ ہوتا ہے تو پنشن جیسی مراعات کی وضاحت کی گئی ہے۔ دفعہ 6 قومی احتساب بیورو کی تشکیل، چیئرمین نیب اور

ڈپٹی چیئرمین نیب کے تقرر کے بارے وضاحت کرتی ہے۔ چیئرمین نیب کی غیر موجودگی میں ڈپٹی چیئرمین کام کرے گا یا وہ مخصوص ذمہ داری جو چیئرمین نیب کی جانب سے تفویض کی جائے۔ قائمقام چیئرمین کی غیر موجودگی میں نیب کا کوئی افسر چیئرمین نیب کی منظوری سے کام کرے گا۔ چیئرمین نیب کی تقرری کے لیے درج ذیل شرائط بیان کی گئی ہیں:۔

i. چیئرمین کا تقرر صدر پاکستان، وزیر اعظم اور قائد حزب اختلاف کے اتفاق رائے سے کرے گا۔
ii. چیئرمین کا تقرر چار سال کی ناقابل توسیع مدت کے لیے ہو گا۔
iii. ریٹائرڈ چیف جسٹس، سپریم کورٹ کا جج، ہائی کورٹ کا چیف جسٹس، لیفٹیننٹ جنرل کے عہدے کا ریٹائرڈ افسر یا وفاقی حکومت کا گریڈ 22 کا ریٹائرڈ ملازم چیئرمین نیب بن سکتا ہے۔
iv. چیئرمین کو عہدے سے ہٹایا نہیں جا سکتا ماسوائے اس صورت کے جو سپریم کورٹ کے کسی جج کی برطرفی کے متعلق ہے یا چیئرمین خود استعفی صدر کو بھیج دے۔

ڈپٹی چیئرمین کی تقرری صدر چیئرمین نیب کی مشاورت سے تین سال کے لیے کرے گا جو کہ ناقابل توسیع ہو گا۔ ڈپٹی چیئرمین نیب کی تقرری کے لیے دفعہ 7 میں درج ذیل شرائط ہیں:۔

- ڈپٹی چیئرمین کا تقرر صدر تین سال کے لیے چیئرمین نیب کی مشاورت سے کرے گا۔
- آرمڈ فورسز کے میجر جنرل کے عہدے کا حامل یا ریٹائرڈ شخص ڈپٹی چیئرمین نیب بن سکتا ہے۔
- ڈپٹی چیئرمین نیب کے لیے وفاقی حکومت کے گریڈ 21 یا اس کے برابر عہدے کا شخص ہو۔

دفعہ 8 میں پراسیکیوٹر جنرل اکاؤنٹبلیٹی کی تقرری اور ذمہ داریوں کے متعلق وضاحت کرتی ہے۔ پراسیکیوٹر جنرل اکاؤنٹبلیٹی قانونی معاملات پر چیئرمین نیب کو مشورہ دینے اور تمام عدالتوں اور ٹریبونلز میں مقدمات کی پیروی کرے گا۔ پی جی اے کی عدم موجودگی میں تمام قانونی معاملات کی پیروی چیئرمین نیب کی منظوری سے نیب کا کوئی اور قانونی افسر کرے گا۔

پراسیکیوٹر جنرل اکاؤنٹبلیٹی کی تقرری درج ذیل شرائط کے تحت ہو گی:۔

- پراسیکیوٹر جنرل اکاؤنٹبلیٹی وہ بن سکتا ہے جو سپریم کورٹ کا جج بننے کی اہلیت رکھتا ہو گا۔
- پی جی اے آزاد عہدہ کا حامل ہو گا اور کوئی دوسرا دفتر استعمال نہ کرے گا۔
- پی جی اے عہدے سے نہیں ہٹایا جائے گا سوائے اس طریقہ کے جو سپریم کورٹ کے جج کی برطرفی کے متعلق ہے البتہ وہ خود صدر کو استعفی دے سکتا ہے۔

دفعہ 9 کے تحت کرپشن اور کرپشن کے معاملات کے متعلق ہے۔ عوامی عہدے دار یا کوئی اور شخص جو قانونی معاوضہ کے علاوہ کسی طرح کی پیش کش قبول کرتا ہے تو وہ پاکستان پینل کوڈ 1860ء اور نیب قوانین کے تحت جرم ہے۔ یہ دفعہ مزید بتاتی ہے کہ بد عنوانی، بے ایمانی یا غیر قانونی طریقے سے اپنے، شریک حیات یا کسی اور کے لیے کوئی منقولی یا غیر منقولی فائدہ حاصل کرتا ہے یا موجودہ حالت ذرائع آمدنی سے زیادہ ہے، اختیار کا غلط فائدہ لیتا ہے، کوئی خصوصی ہدایت نامہ جاری کرتا ہے، جان بوجھ کر کوئی جرم کرتا ہے تو تمام معاملات میں پاکستان پینل کوڈ 1860ء کی دفعہ 415 میں بیان کی گئی دھوکہ دہی کے تحت کاروائی ہو گی۔

دفعہ 10 میں کرپشن کرنے والے یا کرپشن میں شریک شخص کے متعلق سزا کا بیان ہے کہ اسے 14 سال قید اور جرمانہ ہو سکتا ہے۔

دفعہ 11 میں یہ وضاحت کی گئی کہ مجرم کے جرم کی سزا کسی طرح اس کے جرم سے کم نہ ہو۔

دفعہ 12 چیئر مین نیب اور احتساب عدالت کو ملزم کی منقولہ و غیر منقولہ جائیداد کو منجمد کرنے کا اختیار دیتی ہے خواہ اس کے اپنے، رشتہ دار یا کسی دوسرے شخص کے پاس ہو۔

دفعہ 13 ملزم کو منجمد کی گئی جائیداد کے متعلق عدالت میں 14 دن کے اندر اعتراض داخل کرنے کا اختیار دیتی ہے۔ اگر عدالت اس اعتراض کو خارج کرتی ہے تو وہ دس دن کے اندر اس حکم کے خلاف ہائی کورٹ میں رجوع کر سکتا ہے۔

دفعہ 14 میں میں کہا گیا کہ اگر کوئی شخص نیب آرڈیننس کے سیکشن 9 کی ذیلی شق (a) کی دفعہ (i)، (ii)، (iii) اور (iv) کے تحت مجرم قرار دیا جاتا ہے تو پاکستان پینل کوڈ 1860ء کی دفعہ 165A کے تحت اسے سزا دی جائے گی۔ ملزم سے منسوب تمام منقولہ و غیر منقولہ چیزیں جن کے متعلق وہ عدالت کو مطمئن نہیں کرے گا اسی کی تصور ہوں گی۔ ثبوت کی عدم موجودگی میں ملزم جرم کا مرتکب ہو گا۔

دفعہ 14 کی ذیلی شق (d) کے مطابق نیب آرڈیننس کے سیکشن 9 کی ذیلی شق (a) کی دفعہ (vi) اور (vii) کے تحت ملزم کو یہ اس بات کو ثبوت دینا ہو گا کہ اس نے عوامی عہدے دار کی حیثیت سے اپنے اختیارات کا غلط استعمال نہیں کیا، کوئی ہدایت نامہ جاری نہیں کیا۔ گویا جائیداد اور دوسرے اثاثوں کے ثبوت کی ذمہ داری ملزم پر ہو گی کہ وہ اس کے وسائل کے مطابق تھے یا نہیں۔

دفعہ 15 میں الیکشن اور عوامی عہدہ رکھنے سے نااہلی کے متعلق ہے۔ ملزم اگر دفعہ 9 کی وجہ سے مجرم قرار دیا جاتا ہے تو اگلے دس سال کے لیے نااہل ہو گا۔ اس طرح اگر کسی ملزم نے نیب آرڈیننس کی دفعہ 25 کی ذیلی شق (b)

سے فائدہ اٹھایا تو وہ بھی دس سال کے لیے نااہل ہو گا۔ مجرم دس سال تک کسی بھی مالیاتی ادارے سے قرض وغیرہ بھی نہیں لے سکے گا۔

ترمیمی آرڈیننس 2017ء کے تحت دفعہ 15 کی ذیلی دفعہ (a) کو درج ذیل طریقے سے بدل دیا گیا یعنی:۔

اس آرڈیننس کی دفعہ کے تحت اگر کسی فرد کو کسی بھی جرم میں مجرم قرار دیا گیا ہو تو وہ فوراً ہی عوامی عہدہ چھوڑ دے گا اگر اس کے پاس ہے اور وہ مزید کسی بھی عوامی عہدے کا حامل ہونے سے نااہل ہو گا۔

دفعہ 16 مقدمات اور مقدمات کی منتقلی اور توہین عدالت کے متعلق ہے۔ عدالت مقدمہ کی روزانہ کی بنیاد پر سماعت کرتے ہوئے تیس روز میں نمٹائے گی۔ پراسیکیوٹر جنرل احتساب گواہوں کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے مقدمہ سپریم کورٹ کی اجازت سے ایک صوبے سے دوسرے صوبے کی عدالت منتقل کرنے کی درخواست دے سکتا ہے اسی طرح ہائی کورٹ کی اجازت سے ایک صوبے کی کسی دوسری عدالت میں مقدمہ منتقل کرنے کے لیے درخواست دے سکتا ہے۔ ملزم بھی مقدمات منتقلی کے لیے درخواست دے سکتا ہے۔ جو شخص عدالت کے کاموں میں مداخلت یا عدالت کے حکم اور ہدایت کے خلاف کرتا ہے تو اسے توہین عدالت کی سزا چھ ماہ قید اور ایک لاکھ جرمانہ یا دونوں ہو سکتے ہیں۔ دفعہ 17 ضابطہ اخلاق کے متعلق ہے سی آر پی سی کی شقوں کا اطلاق ہو گا۔ دفعہ 18 جرائم کے اعتراف کے متعلق ہے۔ چیئر مین نیب یا اس کے کسی مجاز افسر کی طرف سے عائد کردہ ریفرنس پر ہی عدالت اعتراف جرم کرائے گی۔ مزید کہ اس آرڈیننس کے تحت ہونے والے کسی بھی جرم کی تحقیقات اور تفتیش کی مکمل ذمہ داری نیب پر ہے۔ نیب تحقیق میں اگر واضح ہوتا ہے کہ کسی بھی شخص کو بدنام کرنے کے لیے درخواست دائر کی گئی ہے تو چیئر مین یا اس کا مجاز افسر اس معاملہ کو عدالت لے جائے گا اور جرم ثابت ہونے پر ایک سال قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں ہو سکتی ہیں۔ دفعہ 19 قومی احتساب آرڈیننس 1999ء کے کسی اصول یا آرڈر کے خلاف ورزی کی صورت میں انکوائری یا تفتیش کے دوران ملزم سے معلومات حاصل کرنے کے لیے چیئر مین نیب یا اس کے مجاز افسر کو اختیار دیتا ہے کہ وہ کسی شخص، بینک یا مالیاتی ادارے سے تفتیش کے لیے ضروری دستاویزات اور معلومات حاصل کرے۔ متعلقہ تمام لوگ ریکارڈ کی قانون کے تحت تصدیق کرنے کے پابند ہوں گے۔ کسی شبہ کی صورت میں چیئر مین نیب متعلقہ ہائی کورٹ کی تحریری اجازت سے مشتبہ شخص کی نگرانی کر سکتا ہے۔ نگرانی کے لیے کسی حکومتی ایجنسی کی مدد بھی لے سکتا ہے۔ اس طرح حاصل مواد کو مقدمہ میں ثبوت کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے لیکن یہ معلومات خفیہ رکھی جائیں گی اور مقدمہ کے علاوہ کسی مقصد کے لیے استعمال نہ ہوں گی۔

دفعہ 20 مشکوک مالی لین دین کی اطلاع دینے بارے میں ہے۔ تمام بینکوں اور مالیاتی اداروں کے منیجر یا

ڈائریکٹر کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ چیئرمین نیب کو تمام لین دین کے بارے تحریری آگاہ کریں گے جن کا قانونی اور معاشی مقصد نہیں اور اس آرڈیننس کے تحت جرم ہے۔ اگر کوئی مالیاتی ادارہ معلومات نہیں دیتا تو اسے پانچ سال قید اور جرمانہ ہو گا۔ دفعہ 21 بین الاقوامی تعاون سے ایک دوسرے سے قانونی مدد کرنے کے کی درخواست کے متعلق ہے۔ چیئرمین نیب یا وفاقی حکومت کا مجاز افسر اختیار رکھتا ہے کہ وہ کسی بھی ریاست سے قانونی طور پر شواہد لینے اور دینے، اثاثہ جات منجمد کرنے، پاکستان میں تفتیش کرنے، مضامین ضبط اور مطلوبہ شخص کی پاکستان کو منتقل کرنے کے بارے معاہدہ کرے۔ قانون شہادت ۱۹۸۴ء آرڈر یا کسی بھی دوسرے قانون کے موجود ہونے کے باوجود غیر ملکی دستاویزات ثبوت کے لیے قابل قبول ہوں گی۔ دفعہ 22 چیئرمین نیب کے دائرہ اختیار کے وضاحت کرتی ہے کہ وہ نیب آرڈیننس کے تحت کسی بھی جرم کی انکوائری یا تحقیق کر سکتا ہے یا جو اسے بھیجا گیا ہو۔ اگر چیئرمین نیب مناسب خیال کرے تو اپنی تحقیق میں کسی ایجنسی یا شخص کو لے سکتا ہے۔ دفعہ 23 جائیداد کی غلط طریقے سے منتقلی کے بارے میں ہے۔ دوران انکوائری یا تحقیق ملزم یا اس کا رشتہ دار یا کوئی اور اگر جائیداد منتقل کرتا ہے تو اس آرڈیننس کے تحت کالعدم ہو گی۔ خلاف ورزی کی صورت میں تین سال سے زیادہ سخت قید کی سزا اور جائیداد سے زیادہ جرمانہ نہ کیا جائے گا۔ اگر منتقلی عدالتی اجازت سے ہوئی کالعدم نہ ہو گی۔

دفعہ 24 میں چیئرمین نیب کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ انکوائری یا تحقیق کے دوران اور ان مقدمات میں جو عدالت میں پہلے بھجوائے جا چکے ہیں، کسی بھی مرحلہ پر ملزم کو گرفتار کرا سکتا ہے اگر ملزم پہلے سے گرفتار نہ ہو۔ اگر چیئرمین نیب یا مجاز افسر فیصلہ کرتا ہے کہ کیس عدالت کو بھجوا دیا جائے تو ریفرنس کی نقل رجسٹرار عدالت اور ملزم کو دی جائے گی۔

دفعہ 25 رقم کی رضاکارانہ واپسی اور سودے بازی کے بارے میں ہے۔ دفعہ 15 یا کسی اور قانون کا مجرم شخص جو کہ عوامی عہدے دار ہو یا کوئی اور، اگر وہ تفتیش سے پہلے رضاکارانہ طور پر اثاثے اور فوائد واپس کرتا ہے تو چیئرمین نیب اس پیش کش کو قبول کر سکتا ہے۔ مطلوبہ رقم کے طے ہونے اور جمع ہونے کے بعد اگر معاملہ عدالت میں نہ ہو تو ایسے شخص کو کیس سے الگ کر دیا جائے گا۔ اگر کوئی ملزم تفتیش کے بعد، ٹرائل سے پہلے یا اپیل کے دوران نیب کو اثاثے واپس کرتا ہے تو چیئرمین نیب صوابدیدی اختیار کے تحت مناسب سمجھے تو قبول کر سکتا ہے۔ چیئرمین نیب اس کیس کو عدالتی منظوری کے بھیجے گا۔ ملزم کی طرف سے نیب کو جمع شدہ رقم وفاقی، صوبائی حکومتوں، متعلقہ بینک، مالیاتی اداروں، کمپنی یا کواپریٹو سوسائٹی کو کیس کے مطابق ایک ماہ کے اندر منتقل کی جائے گی۔ دفعہ 25-A قرض کی ادائیگی کے متعلق ہے کہ ملزم گرفتاری سے پہلے یا بعد یا تفتیش کے بعد گورنر اسٹیٹ بینک آف پاکستان کو صلح کی درخواست کر سکتا ہے۔ گورنر مناسب خیال کرے تو معاملہ مصالحتی کمیٹی کو بھیج دے گا جو کہ ایک سے زیادہ ہو سکتی ہیں۔ مصالحتی

کمیٹی کا چیئر مین بینکنگ کے شعبہ سے وابستہ قابل افسر ہو گا جو کہ گورنر اسٹیٹ بینک نامز د کرے گا۔ چیئر مین نیب دو افراد کا تعین کرے گا۔ دو چارٹرڈ اکاؤنٹینٹ گورنر اسٹیٹ بینک کی طرف سے ہوں گے۔ ایک چارٹر اکاؤنٹنٹ انسٹٹیوٹ آف چارٹرڈ اکاؤنٹنٹس پاکستان، کراچی کونسل کا نامز د کردہ ہو گا۔ کمیٹی کا چیئر مین اجلاس طلب کر کے فریقین کے ریکارڈ کو چیک کرے گا۔ مفاہمتی کمیٹی تیس دن میں گورنر اسٹیٹ بینک کو رپورٹ پیش کرے گی جس میں تمام اراکین کی آراشامل ہوں گی۔ گورنر کو رپورٹ منظور کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہے۔ گورنر کے فیصلے کے متعلق چیئر مین نیب کا مطلع کیا جائے گا اور سات دن کے اندر عدالتی منظوری لی جائے گی۔ مفاہمتی کمیٹی اگر تیس دن میں رپورٹ پیش نہیں کرتی اور ملزم حکومتی فیصلہ قبول نہیں کرتا تو معاملہ عدالت کو بھیج دیا جائے گا۔ دفعہ 31ڈی کے تحت گورنر اسٹیٹ بینک کو حقائق جاننے کے لیے تیس دن ملیں گے جو کہ قابل توسیع ہوں گے۔ 2017ء کے ترمیمی آرڈیننس کے اندر درج بالا دفعہ میں بھی ترمیم تجویز کی گئی اس کے باوجود، کسی بھی دوسرے قانون میں اس وقت موجود ہونے کے لئے یا دفعہ 18، عوامی عہدے کا حامل یا کوئی اور جس کے خلاف تحقیقات ہو رہی ہو پہلے یا اس کے بعد، مقدمہ دائر کرنے یا مقدمے کی سماعت کا آغاز ہونے یا اپیل کے امکان کے دوران، رضاکارانہ طور پر نیب کو غیر قانونی طور پر حاصل کردہ رقم یا حاصل کردہ منافع کو واپس کرنے کی پیش کش کرتا ہے، اور اس کے ساتھ ہی اس کی غیر قانونی وصولی، حصول، یا جمع کروانے تک کی تاریخ سے بینک ریٹ پر منافع اور منافع، نیب کو لینے کے بعد معاملے کے حقائق اور حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے، ایسی پیش کش قبول کریں، جو متعلقہ عدالت یا اپیلٹ کورٹ کی منظوری سے مشروط ہے۔

عوامی عہدے کا حامل یا کوئی دوسرا فرد عدالت یا اپیلٹ عدالت کے ذریعہ مقرر کردہ غیر قانونی فائدہ کے علاوہ اصل منافع کی رقم نیب کے پاس جمع کروائے گا اور اس طرح کے دیگر شرائط وضوابط کی تعمیل کرے گی جس طرح عدالت مناسب سمجھے گی۔، معاملہ بند کھڑا ہو گا اور عوامی دفتر کے اس طرح کے حامل یا کسی دوسرے شخص کو اگر زیر حراست ہے تو اسے رہا کیا جائے گا ذیلی دفعہ (2) کے تحت اپنے مقدمے کی بندش کے باوجود، عوامی عہدہ رکھنے والے یا دوسرے فرد کو بدعنوانی اور بدعنوانی کے جرم میں سزایافتہ قرار دیا جائے گا اور-(i) عوامی عہدے کا حامل ہونے سے نااہل ہو گا۔ اور(ii) اگر ایسا شخص پاکستان کی خدمت میں ہے یا کسی بھی خود مختار ادارہ، تنظیم، ادارہ ،یا اسٹیبلشمنٹ یا وفاقی حکومت یا صوبائی حکومت کے زیر انتظام یا زیر انتظام، کسی بھی خصوصی فوائد کے بغیر فوری طور پر ملازمت سے برخاست ہو گا۔ اور اس کے بعد، وہ عوامی عہدے پر فائز ہونے کے اہل نہیں ہوں گے سب سیکشن (2) کے تحت نیب کے پاس غیر قانونی فائدہ کے علاوہ اصل منافع اور منافع کا ذخیرہ وفاقی حکومت کو منتقل کیا جائے گا،

یا جیسے بھی ہو، صوبائی حکومت یا بینک یا مالیاتی ادارہ، کمپنی، باڈی کارپوریٹ، شریک عملی معاشرے، قانونی ادارہ، اتھارٹی یا فرد جو اس طرح سے جمع ہونے کی تاریخ سے 30 دن کے اندر اندر تعلق رکھتا ہے۔ دفعہ 26 معافی کے متعلق ہے۔ انکوائری، تفتیش یا مقدمہ کی سماعت کے دوران جیئر مین نیب ضابطہ اخلاق کے باوجود کسی ایسے شخص کو معافی دے سکتا ہے جس کے بارے خیال ہو کہ وہ ایسے راز یا نام بتائے گا جو کہ جرم میں شامل ہیں۔ معافی طلب کرنے والا شخص مقدمہ میں بطور گواہ مجسٹریٹ کے سامنے پیش ہو گا۔ مشروط معافی کے باوجود پیش نہ ہونے کی صورت میں سزا یا جرمانہ کیا جا سکتا ہے اور معافی بھی قبول نہ ہو گی۔ چیئر مین نیب کے خیال میں اگر کسی شخص نے مشروط معافی کے باوجود کوئی چیز چھپائی، غلط بیانی کی تو اس پر جھوٹ بولنے کا جرم شامل کر کے مجسٹریٹ کے سامنے ہونے والا معافی نامہ اس کے خلاف مقدمہ میں بطور ثبوت پیش ہو گا۔ دفعہ 27 معاونت کے حصول کے متعلق ہے۔ چیئر مین نیب یا نیب کے مجاز افسر کو دستاویزات اور معلومات کے حصول کے لیے وفاقی، صوبائی یا مقامی محکموں اور بینک، مالیاتی اداروں کی مدد حاصل کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ دفعہ 28 نیب میں آفیسر اور دیگر سٹاف کی تقرری کے طریقہ کار کے متعلق ہے۔ چیئر مین نیب یا کوئی نیب آفیسر جو کہ چیئر مین نیب کی طرف سے مقرر ہو عملہ کی تقرری کر سکتا ہے۔ تنخواہ اور دیگر شرائط چیئر مین نیب صدر کی منظوری سے طے کرے گا۔ ۱۹۷۳ء کا سول سرونٹ ایکٹ نیب ملازمین پر نافذ نہیں ہو گا۔ چیئر مین نیب فرائض کی ادائیگی کے لیے معاوضہ پر مشیر اور ماہرین کو مقرر کر سکتا ہے اس سلسلے میں چیئر مین کو فیڈرل پبلک سروس کمیشن سے مشورہ کی بھی ضرورت نہیں۔ دفعہ 29 میں ملزم کا اپنے بارے لگائے گئے الزام کی تائید میں گواہی کے متعلق ہے۔ ملزم حلف کے طور پر الزامات کی تائید کرے بشرطیکہ اسے اپنے خلاف گواہی دینے پر مجبور نہ کیا جائے۔ اگر ملزم گواہ کے طور پر یا کسی بھی سوال کا انکار کرتا ہے تو عدالت اس انکار کا منفی اشارہ لے سکتی ہے۔ دفعہ 30 جو کہ تین ذیلی شقوں پر مشتمل ہے، عدالتی کاروائی کے اندر جھوٹے ثبوت پیش کرنے کی سزا کے بارے میں ہے کہ عدالت مقدمہ کے دوران یا بعد میں ایسے جھوٹے ثبوتوں کا جائزہ لے اور تیس دن کے اندر مقدمہ چلا کر پاکستان پینل کوڈ ۱۸۶۰ء کے تحت سزا تجویز کرے۔

دفعہ 31 مزید پانچ دفعات پر مشتمل ہے۔ سب سے پہلے تحقیق میں رکاوٹ پیدا کرنے والے کی سزا کا ذکر ہے کہ ایسے شخص کو دس سال قید کی سزا ہو سکتی ہے۔ رکاوٹ پیدا کرنے والے شخص کے خلاف کاروائی کی منظوری چیئر مین نیب، ڈپٹی چیئر مین نیب اور پراسیکیوٹر جنرل احتساب پر مشتمل کمیٹی دے گی۔ دفعہ 31-A میں کہا گیا کہ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو عدالت، اتھارٹی اور آفیسر کے طلب کرنے پر مفرور کرتا ہے تو اسے تین سال سزا ہو گی۔ دفعہ 31-B استغاثہ سے دستبرداری کے متعلق ہے کہ اگر پراسیکیوٹر جنرل احتساب عدالت کی اجازت سے کسی ملزم یا

مجرم کے مقدمہ سے الگ ہوتا ہے تو ملزم کو الزام اور مجرم کو جرم سے بری کر دیا جائے گا۔ دفعہ 31-C میں کہا گیا کہ عدالت کسی بھی بینک یا مالیاتی ادارے یا ان کے آفیسر کے کسی لین دین کے متعلق جائزہ نہیں لے گی جب تک اسٹیٹ بینک آف پاکستان منظوری نہیں دے گی۔ دفعہ 31-D جعلی بینک قرضوں میں تفتیش، انکوائری اور کاروائی کے متعلق ہے۔ قومی احتساب بیورو کسی بھی فرد یا کمپنی کے خلاف گورنر اسٹیٹ بینک آف پاکستان کی اجازت کے بغیر کاروائی نہیں کرے گی۔ وہ معاملات جو قومی احتساب بیورو آرڈیننس ۲۰۰۰ء کی دسری ترمیم سے پہلے عدالتوں میں زیر التوا ہیں ان میں گورنر کی منظوری لازم نہیں۔ دفعہ 31-D گواہوں کے تحفظ کے متعلق ہے۔ چیئر مین نیب یا احتساب عدالت گواہوں اور ان کے خاندان کے حفاظت کو یقینی بنائیں۔ دفعہ 32 اپیل اور نظر ثانی کی درخواست دائر کرنے کے متعلق ہے کہ مجرم یا پراسیکیوٹر جنرل احتساب متعلقہ صوبے کی ہائی کورٹ میں دس دن کے اندر اپیل دائر کر سکتا ہے۔ احتساب عدالت کے عبوری حکم کے خلاف اپیل نہ ہو گی۔ چیف جسٹس ہائی کورٹ ایسی درخواستوں کی سماعت کے لیے دو ججز پر مشتمل بینچ تشکیل دے گا جو کہ تیس دن کے اندر فیصلہ کریں گے۔ دفعہ 33 مزید پانچ دفعات پر مشتمل ہے۔ سب سے پہلے مقدمات کی منتقلی کے بارے میں ہے کہ احتساب ایکٹ ۱۹۹۷ء کے تحت تمام مقدمات اس آرڈیننس کے بعد متعلقہ صوبائی عدالتوں کو منتقل ہو جائیں گے۔ دفعہ 33-A کے مطابق نیب افسران اور عملے کو جرم کی نشاندہی، تفتیش اور قانونی کاروائی میں خدمات کے عوض بونس یا اضافی رقم دی جائے گی۔ دفعہ 33-B عوامی معاہدات کی نیب کو اطلاع دینے کے حوالے سے ہے۔ وفاقی، صوبائی اور مقامی حکومتوں کے تمام اداروں کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ پچاس لاکھ یا اس سے زیادہ کے معاہدوں کی ایک کاپی نیب کو جمع کرائیں۔

دفعہ 33-C مزید پانچ ذیلی شقوں پر مشتمل ہے۔ بدعنوانی کی روک تھام کے لیے چیئر مین نیب کا اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اگر مناسب سمجھے تو نیب افسرا اور دیگر تنظیموں کے افراد پر مشتمل ایسی کمیٹیاں تشکیل دے جو کہ بد عنوانی سے نمٹنے اور اس کے خاتمہ کے لیے عوام میں شعور بیدار کرے۔

تعلیمی پروگرام، میڈیا وغیرہ کے ذریعے آگاہی پیدا کرنا۔

بدعنوانی اور بدعنوانی کے خاتمہ کے لیے مختلف اداروں کے سربراہوں کو ہدایات کرنا۔

بدعنوانی کے خاتمہ کے لیے کی جانے والی کوششوں کا جائزہ لینا۔

دفعہ 33-D چیئر مین نیب کو اس بات کا پابند کرتی ہے کہ وہ ہر سال کے آخر میں اور اگلے مارچ کی آخری تاریخ سے پہلے صدر کو اپنی کارکردگی رپورٹ جمع کرائے۔ یہ رپورٹ عوامی دستاویز ہو گی اور مناسب قیمت پر مہیا کی جائے گی۔

دفعہ 33-E نیب کو جرمانے، زمین محصول اور عدالتی رقم کی وصولی کا اختیار دیتی ہے۔

دفعہ 34 میں چیئرمین نیب کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ صدر کی منظوری سے سرکاری گزٹ میں نوٹیفیکیشن کے ذریعے آرڈیننس کے مقاصد کے حصول کے لیے اصول وضوابط بنا سکتا ہے۔

دفعہ 34-A میں چیئرمین نیب کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ تحریری حکم نامہ کے ذریعے اپنے اختیارات نیب کے کسی افسر کو تفویض کر سکتا ہے۔

دفعہ 35 میں کہا گیا کہ قومی احتساب آرڈیننس ۱۹۹۹ء کے نفاذ کی تاریخ سے احتساب آرڈیننس ۱۹۹۷ء اور احتساب ایکٹ ۱۹۹۹ء منسوخ ہو گا اور تمام مقدمات قومی احتساب آرڈیننس ۱۹۹۹ء کے تحت چلائے جائیں گے۔

دفعہ 36 میں واضح کیا گیا ہے کہ وفاقی اور صوبائی حکومتیں بشمول چیئرمین نیب، نیب آفیسرز، ممبرز کے خلاف کوئی مقدمہ، استغاثہ یا قانونی کاروائی نہیں کریں گے۔

دفعہ 37 میں کہا گیا کہ چیئرمین نیب کے اختیار حاصل ہے کہ وہ اگر سمجھتا ہے کہ اس آرڈیننس کی کسی شق پر عمل کرنا مشکل ہو رہا ہے تو وہ صدر کی منظوری سے ایسا حکم نامہ جاری کر سکتا ہے جو کہ آرڈیننس کی دفعات سے متصادم نہ ہو۔

قوانین نیب اور اسلامی نظریاتی کونسل

اسلامی نظریاتی کونسل کی قوانین نیب پر اعتراضات:

اسلامی نظریاتی کونسل نے پشاور ہائی کورٹ کے سابق چیف جسٹس اور رکن کونسل جناب جسٹس (ر) رضا خان کی سربراہی میں قائم کمیٹی کے دو دن کے اجلاس میں نیب قوانین کا اسلامی تعلیمات کے حوالے سے شق وار غور وخوض کیا۔ اجلاس کے بعد کونسل نے نیب قوانین کی تین دفعات ۱۴ ڈی، ۱۵ اے اور ۲۶ کو غیر شرعی اور آئین پاکستان کی دفعہ ۲۲۷(۱) کے خلاف قرار دیا۔ کونسل چیئرمین قبلہ ایاز کے مطابق الزامات ثابت ہونے سے پہلے ہتھکڑی پہنانا، الزامات عائد کرکے ذرائع ابلاغ میں تشہیر کرنا اور ملزم کو بہت عرصہ تک بغیر مقدمہ کے قید میں رکھنا اسلامی اصول، تکریم انسانیت اور عدل وانصاف کے تقاضوں سے متصادم ہے[11]۔ کونسل نے کہا کہ ۱۹۷۳ء کے آئین کی دفعہ ۲۲۷(۱) میں واضح لکھا ہے کہ ملک کو کوئی قانون قرآن وسنت کے خلاف نہیں بنایا جائے گا۔ دسمبر ۲۰۱۹ء میں قانون نیب میں ہونے والے ترمیمی آرڈیننس کے حوالے سے بھی کونسل نے تحفظات کا اظہار کیا اور کہا کہ اس سے قانون نیب مزید امتیازی ہو گا اور سقم کی وجہ سے اسلام کے قانون جرم وسزا سے ہم آہنگ نہیں رہے گا۔

متنازعہ نیب دفعات اوران پر کونسل کا اعتراض

دفعہ نمبر ۱۴-D: قانون نیب کی دفعہ ۱۴ ڈی میں کہا گیا کہ کسی بھی ملزم کو الزام ثابت ہونے سے پہلے مجرم سمجھ کر انکوائری مکمل ہونے تک قید میں رکھا جا سکتا ہے۔

کونسل چیئرمین کے مطابق اسلامی قانون میں جب تک الزام ثابت نہ ہو ملزم کو بے گناہ سمجھتے ہوئے عزت دی جائے۔ تشہیر اس انداز میں کرنا کہ وہ ملزم سے مجرم بن جائے، اولاد والدین کے کردار پر فخر نہیں کرتی وہ معاشرے کا بے وقار آدمی ہو جاتا ہے شرعی طور پر درست نہیں۔ چیئرمین کے مطابق شرعی طور پر ملزم کی طرف سے اگر تشدد اور بھاگنے کا خطرہ ہو تو ہتھکڑی کی اجازت ہے[12]۔ ۸ جنوری ۲۰۲۰ء کو سپریم کورٹ آف پاکستان نے بھی نیب قانون کے تحت ملزم کو قید کر کے انکوائری مکمل کرنے کے عمل پر سوال اٹھایا۔ جسٹس مشیر عالم نے ریمارکس دیتے ہوئے کہا:

"نیب ملزموں کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیتا ہے گرفتاریوں کے بعد گواہیاں اور ثبوت ڈھونڈتا ہے۔ انکوائری اور تحقیقات مکمل کر کے گرفتار کیوں نہیں کیا جاتا؟"[13]

نیب وکیل نے موقف اپنایا کہ ایسا ریکارڈ میں ٹمپرنگ کے خدشہ کے پیش نظر کیا جاتا ہے۔ میرے مطابق نیب ان ملزمان کو ضرور گرفتار کرے جو اس کے ساتھ تعاون نہ کریں۔ قانون ساز ادارے ایسے قوانین وضع کریں کہ نیب کے ساتھ تعاون نہ کرنے والے کو ضمانت سے محروم کر دیا جائے۔ ملزم کی طرف سے اگر ریکارڈ میں ٹمپرنگ کا ثبوت ملتا ہے تو ایسے ملزم کو دہری سزا دی جائے۔ ایسے ملزم کا پاسپورٹ ضبط کر کے نام ECL (ایگزٹ کنٹرول لسٹ) میں ڈال دے۔ عدالت سے جرم ثابت ہونے سے پہلے ملزم کی مجرمانہ انداز میں تشہیر بند کر دی جائے۔

دفعہ نمبر 15-A

نیب کی اس دفعہ کے اندر کہا گیا کہ ملزم کو اپنے اوپر لگنے والے الزامات کی صفائی میں ثبوت پیش کرنا ہے۔

چیئرمین نظریاتی کونسل نے کہا کہ یہ تو الزام لگانے والے بتائے گا کہ اس کے پاس کیا ثبوت ہیں۔ ملزم بعد میں ثابت کرے گا کہ اس نے کوئی جرم کیا ہے یا نہیں۔

دفعہ ۲۶:

نیب قانون کی اس دفعہ میں کہا گیا کہ اگر کوئی ملزم اپنے اوپر لگنے والے الزامات کو مان کر ریاست کے لیے گواہ بنے گا تو اس پر لگنے والے الزامات کو ختم کر دیا جائے گا۔

اسلامی نظریاتی کونسل نے رائے دی کہ اگر کوئی ملزم جرم کا اقرار کرتے ہوئے ریاست کو مدد کی درخواست کرے گو یا وعدہ معاف گواہ بنے تو آپ اس کے جرم کو معاف کر دیں گے یا پھر اسے اس کے حصہ کی سزا دیں گے؟۔

کونسل کے چیئرمین نے اجلاس کی کارروائی کو پریس بریفنگ کے طور پر بیان کیا تو جناب فواد حسین چودھری نے فوری رد عمل دیا اور کونسل کی رپورٹ میں اٹھائے گئے نکات پر علمی و منطقی گفتگو کرنے کی بجائے ایک آئینی

ادارے کے خلاف اپنے روایتی انداز میں بیان دیا، جبکہ نظریاتی کونسل کو آئین کی دفعہ 227 کے تحت ذمہ داری سونپی گئی ہے کہ وہ تمام موجودہ قوانین کو قرآن پاک اور سنت میں منضبط اسلامی احکام کے مطابق بنائے اور ایسا کوئی قانون وضع نہ کرے، جو مذکورہ احکام کے منافی ہو"۔

آئینی ادارے کو اگر چند نیب قوانین اسلامی تعلیمات سے متصادم نظر آئیں تو اس کا مطالعہ اس کی آئینی ذمہ داری ہے۔ باقی نیب آرڈیننس میں اصلاح کی ضرورت پر تو تمام پارٹیاں بیان دے چکی ہیں اسی طرح سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ بھی بعض مقدمات کے تحت بعض قوانین پر تحفظات کا ذکر کر چکے ہیں، موجودہ حکومت کا خود نیب آرڈیننس لے کر آنا، ایوانِ بالا (سینیٹ) میں قائمہ کمیٹی کا متفقہ بل پاس کر کے ہاؤس میں پیش کرنا، اصلاحات کی ضرورت کی عملی تائید ہی ہے۔ کونسل کے 215ویں اجلاس منعقدہ 4، 3 اپریل 2019ء میں نیب آرڈیننس کا جائزہ لینے کے لئے درج ذیل افراد پر مشتمل کمیٹی تشکیل دی گئی:

جناب جسٹس (ر) محمد رضا خان (کنونیر)۔ جناب ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمن (رکن)۔ جناب ڈاکٹر سید محمد انور (رکن)۔ جناب خورشید احمد ندیم (رکن)۔ جناب ڈاکٹر انعام اللہ۔ ڈائریکٹر جنرل (ریسرچ) انعام اللہ (رکن بلحاظ عہدہ)۔ محترمہ فوزیہ جلال شاہ ڈائریکٹر لاء (کو آپٹڈ رکن)۔ جناب شرف الدین (سیکرٹری کمیٹی) کمیٹی کے دو اجلاس منعقد ہوئے، جن میں تمام اراکین نے شرکت کی۔ پہلا اجلاس مورخہ یکم اکتوبر 2019ء کو منعقد ہوا۔ دوسرا اجلاس مورخہ 2 دسمبر 2019ء کو منعقد ہوا۔ کونسل کی کمیٹی نے اپنی جائزہ رپورٹ میں لکھا کہ "نیب

آرڈیننس (ترمیمی 2017ء) کی مندرجہ ذیل دفعات آئین پاکستان کی دفعہ 227(1)[14] کے منافی ہیں، جس میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ "تمام موجودہ قوانین کو قرآن پاک اور سنت میں منضبط اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے گا اور ایسا کوئی قانون وضع نہیں کیا جائے گا، جو مذکورہ احکام کے منافی ہو"[15]۔

"دفعہ 14 (ڈی): ملزم اور مجرم میں عدم تفریق: کرپشن کا الزام لگنے کے بعد صفائی اور براَت پیش کرنے کی ذمہ داری ملزم پر ہوگی"۔ اس پر نظریاتی کونسل کی رائے ہے کہ "شریعت میں بارِ ثبوت الزام لگانے پر ہوتا ہے، جب تک الزام کو معتبر دلیل سے ثابت نہ کیا جائے، تو ملزم بے گناہ اور بری تصور کیا جاتا ہے"۔

دفعہ 25 (اے): "پلی بار گین: ملزم انکوائری کے دوران کسی مرحلے میں چیئرمین کی اجازت سے کچھ رقم واپس کر دے تو اسے مزید کسی قانون کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ بشرطیکہ یہی کیس کسی اور عدالت میں زیر سماعت نہ ہو"۔ اس پر کمیٹی کی رائے ہے کہ "اگر بدعنوانی کسی شخص کے ذاتی مال میں کی گئی ہو تو اس کی معافی کا اختیار اسی کو ہے، اس کی رضامندی کے بغیر اس کا مال کسی کو معاف نہیں کیا جاسکتا اور اگر بدعنوانی قومی خزانے میں کی گئی ہو تو اس

کی معافی کی کوئی گنجائش شریعت میں معلوم نہیں ہوتی"۔

دفعہ26: وعدہ معاف گواہ: "اگر کسی مقدمہ میں واضح اور قابل اعتماد شہادتیں موجود نہ ہوں تو شریک ملزموں میں سے کسی کو مقدمے کے اختتام پر رہائی دینے کے وعدہ پر اقبالی بیان دینے پر تیار کیا جائے گا، جس کو بطورِ گواہ جانچ کیا جائے گا"۔ اس پر کمیٹی کی رائے ہے کہ "کسی شریک جرم شخص کی شہادت اپنے دوسرے شریک کے خلاف قابلِ قبول نہیں، بلکہ یہ اس کی طرف سے اقرار واعتراف ہے، جو اس کے اپنے خلاف حجت کا ہو گا"۔

نظریاتی کونسل نے کچھ ملاحظات پیش کیے کہ "عام حالات میں ملزم کو ہتھکڑی پہنانے سے اجتناب لازم ہے، البتہ اگر کسی ملزم کی طرف سے مزاحمت کرنے یا فرار ہونے کا اندیشہ ہو تو بوقتِ ضرورت بقدرِ ضرورت ہتھکڑی پہنائی جاسکتی ہے"۔

اسی طرح محض الزامات کی بنیاد پر کسی انسان کی اہانت، اس کو بدنام کرنا، لوگوں کے سامنے اس کی سبکی کرنا، اولاد اور خاندان کے سامنے بے وقعت کرنا، اس کے نتیجے میں دیگر لوگوں کا ملزم کی تضحیک اور اس کو برے القابات سے پکارنا ازروئے شرع ممنوع ہے"۔ ایسے ہی عام حالات میں ملزم کو قید میں رکھنا شرعی اصولوں کے ساتھ ہم آہنگ نہیں، البتہ اگر الزام کی تنقیح کے لئے قید میں رکھنا ناگزیر ہو تو اس کو جسمانی یا ذہنی اذیت پہنچانے سے اجتناب کیا جائے اور اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ تفتیش کے دوران قید کی مدت کم سے کم ہو"۔

نیب قوانین درجِ ذیل حوالوں سے قابل اصلاح ہے:

1۔ امتیازی سلوک کا تاثر۔

2۔ پلی بارگین۔

3۔ وعدہ معاف گواہ۔

4۔ ملزم اور مجرم میں عدم تفریق۔

5۔ ملزم کو ہتھکڑی پہنانا۔

6۔ ملزم کو بغیر مقدمہ کے لمبے عرصے تک قید میں رکھنا۔

7۔ ملزم کی تضحیک وتشہیر اور برے القابات سے پکارنا۔

کمیٹی نے سفارش کی کہ حسبِ ذیل اصولی قواعد کی روشنی میں نیب قانون کو دوبارہ مرتب کرنا چاہیئے۔

1۔ تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہیں اور قانون کے تحفظ کے مساوی حق دار ہیں۔

2۔ اس لئے قانون کے نفاذ میں کسی کے ساتھ امتیازی سلوک نہیں ہونا چاہیئے۔

3۔ بدعنوانی کے مرتکب افراد کو پلی بارگین کے ذریعے معاف نہیں کیا جاسکتا۔

4۔ کسی شریک جرم کا اقرار دوسرے شریک جرم کے خلاف شرعی اعتبار سے بطور شہادت استعمال نہیں ہو سکتا۔

5۔ ملزم اور مجرم میں فرق ہے، اس لئے کسی شخص پر الزام لگنے کے بعد جب تک کسی معتبر دلیل سے اس جرم کو ثابت نہ کیا جائے، اس وقت تک 6۔ اس کے ساتھ کسی مرحلہ پر بھی مجرموں والا سلوک کرنا شرعاً درست نہیں۔

7۔ ملزم کی تضحیک و تشہیر اور اس کو برے القابات سے پکارنا از روئے شرع ممنوع ہے۔

8۔ عام حالات میں ملزم کو ہتھکڑی پہنانے سے اجتناب کیا جائے، البتہ اگر کسی ملزم کی طرف سے مزاحمت کرنے یا افرار ہونے کا اندیشہ ہو تو بوقت ضرورت بقدرِ ضرورت ہتھکڑی لگائی جاسکتی ہے۔

9۔ عام حالات میں ملزم کو قید رکھنے سے اجتناب کیا جائے، البتہ اگر الزام کی تنقیح کے لئے قید میں رکھنا ناگزیر ہو تو اس کو جسمانی یا ذہنی اذیت پہنچانے سے اجتناب کیا جائے اور اس بات کا خاص اہتمام کیا جائے کہ تفتیش کے دوران قید کی مدت کم سے کم ہو۔

10۔ قید کی سزا کا شریعت کے حسبِ ذیل اصولوں کے مطابق ہونا لازمی ہے: ملزم کو ہتھکڑی نہ لگائی جائے۔

11۔ ملزم کو بیڑیاں نہ پہنائی جائیں۔

12۔ ملزم کو ننگا نہ کیا جائے اور نہ ہی ٹاٹ کا لباس پہنایا جائے۔

13۔ ملزم کو فاقہ کشی کی سزا نہیں دی جانی چاہیئے۔

14۔ ملزم کو بنیادی ضروریات یا سہولیات سے محرومی کی سزا نہیں دینی چاہیئے۔

15۔ ملزم کو ایسے حالات میں نہ رکھا جائے کہ شرعی فرائض مثلاً نماز پڑھنا، وضو کرنا اور قرآن کی تلاوت کرنا وغیرہ اس کے لئے ممکن نہ ہو سکے۔

16۔ کسی شخص پر ظالمانہ تشدد نہ کیا جائے۔ انسانی وقار کے منافی دباؤ یا مذہبی فرائض میں رکاوٹ ڈالنے والے افعال پر فوری پابندی لگائی جائے۔

ایک جرم کی دوبار سزا کا سلسلہ بھی بند ہونا چاہیئے۔

17۔ قانون و شریعت کی نظر میں تمام انسان برابر ہیں، اس لئے قانون کے نفاذ میں کسی کے ساتھ امتیازی سلوک نہیں ہونا چاہیئے۔

قیام پاکستان کے بعد پروڈا کے عنوان سے احتسابی قانون متعارف ہوا، پھر پوڈو اور ایبڈو کو متعارف کرایا گیا۔ قوانین کا نفاذ ملک سے احتسابی نظام کو مؤثر کرنے کے لیے بنائے گئے۔ اسی طرح خیبر پختونخوا اسمبلی نے حسبہ بل

متعارف کیا۔ 1999ء میں احتساب کے لیے قومی احتساب بیورو کا قیام عمل میں آیا جو کہ کرپشن کے خاتمہ کے لیے مؤثر نہ سہی کرپٹ افراد کے لیے خوف کی علامت بنا ہوا ہے۔ قومی احتساب بیورو کو چلانے کے لیے قومی احتساب آرڈیننس کا اجرا جو کہ 37 دفعات پر مشتمل ہے۔

نتائج بحث:

1۔ قیام پاکستان کی مشکلات کے باوجود ابتدا سے ہی ایک ادارے کا قیام عمل میں لایا گیا جس کا مقصد معاشرے سے رشوت جیسی لعنت کو دور رکھنا مقصود تھا جس کا نام The Prevention of Corruption Act 1947 (بدعنوانی کی روک تھام کا ایکٹ ۱۹۴۷ء) رکھا گیا۔

2۔ 1949 میں لیاقت علی خان کی سرپرستی میں ایک اور ایکٹ جس کو پروڈا ایکٹ کہا جاتا ہے منظور کروایا گیا جس کا مقصد بھی معاشرتی بدعنوانی کا خاتمہ تھا لیکن اس کو جلد ہی منسوخ کروا دیا گیا۔ اس کے علاوہ مختلف ادوار میں افیسرز اور بڑے عہدے رکھنے والے احباب کے لیے مختلف قسم کے ایکٹ پاس کروائے گئے۔

3۔ حسبہ بل کی تیاری میں مذہبی جماعتوں کا کردار اہمیت کا حامل ہے لیکن کبھی گورنر کی جانب سے تو کبھی صدر کی طرف سے اس پر نظر ثانی کے احکامات جاری کیے گئے اور بعد میں اس کو اسلامی نظریاتی کونسل کی طرف ریفر کیا گیا جنہوں نے چھ ماہ کے بعد اس کو قبول کرنے سے اعتراض برتا کیونکہ اس میں کچھ پہلو سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے استعمال کیے جا سکتے تھے۔

4۔ قومی احتساب بیورو اور اس کے آرڈیننس کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ معاشرے سے اقتدار اور جائیداد کے ذریعے کی گئی بدعنوانی اور مالی اداروں سے کیا گیا مالی فراڈ کا خاتمہ اور ملوث افراد کا احتساب کیا جا سکے۔ دنیا کی قومیں ایک دوسرے سے بدعنوانی کے خلاف تعاون کر رہی ہیں اس لیے بدعنوانی کے خلاف آگاہی پیدا کرنے اور باہمی قانونی امداد کے لیے اسے نافذ کیا گیا۔۔ ملک کے اندر بدعنوانی اور رشوت کو قابل احتساب بنانے کے لیے صدارتی فرمان کے تحت قومی احتساب بیورو کا قیام اور ۳۷ دفعات پر مشتمل درج ذیل آرڈیننس کا نفاذ ہوا۔ دفعہ 1 کے مطابق آرڈیننس کو قومی احتساب آرڈیننس ۱۹۹۹ء (No.XVIII of 1999) کا نام دیا گیا ہے۔ (2017ء کے بعد ترمیمی آرڈیننس 2017ء کہا جاتا ہے)

5۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے پشاور ہائی کورٹ کے سابق چیف جسٹس اور رکن کونسل جناب جسٹس (ر) رضا خان کی سربراہی میں قائم کمیٹی کے دو دن کے اجلاس میں نیب قوانین کا اسلامی تعلیمات کے حوالے سے شق وار غور و خوض کیا۔ اجلاس کے بعد کونسل نے نیب قوانین کی تین دفعات ۱۴ ڈی، ۱۵ اے اور ۲۶ کو غیر شرعی اور آئین پاکستان کی

دفعہ ۲۲۷(۱) کے خلاف قرار دیا۔

6۔ کونسل چیئرمین قبلہ ایاز کے مطابق الزامات ثابت ہونے سے پہلے ہتھکڑی پہنانا، الزامات عائد کر کے ذرائع ابلاغ میں تشہیر کرنا اور ملزم کو بہت عرصہ تک بغیر مقدمہ کے قید میں رکھنا اسلامی اصول، تکریم انسانیت اور عدل و انصاف کے تقاضوں سے متصادم ہے۔

7۔ نیب کی 15A دفعہ کے اندر کہا گیا کہ ملزم کو اپنے اوپر لگنے والے الزامات کی صفائی میں ثبوت پیش کرنا ہے۔ چیئرمین نظریاتی کونسل نے کہا کہ یہ تو الزام لگانے والے بتائے گا کہ اس کے پاس کیا ثبوت ہیں۔ ملزم بعد میں ثابت کرے گا کہ اس نے کوئی جرم کیا ہے یا نہیں.

8۔ نظریاتی کونسل نے کچھ ملاحظات پیش کیے کہ "عام حالات میں ملزم کو ہتھکڑی پہنانے سے اجتناب لازم ہے، البتہ اگر کسی ملزم کی طرف سے مزاحمت کرنے یا فرار ہونے کا اندیشہ ہو تو بوقتِ ضرورت بقدرِ ضرورت ہتھکڑی پہنائی جاسکتی ہے"۔

حواشی

[1]http://www.fia.gov.pk/en/law/Offences/5.pdf/06.05.2020/02:00 pm

[2]https://kitabosunnat.com/kutub-library/shahab-nama/page no.595/05.06.2020/04:00pm

[3] ایضا

[4] صفدر محمود، ڈاکٹر، پاکستان تاریخ وسیاست، جنگ پبلشرز لاہور، ۱۹۸۹ء، ص ۵۳

[5] نیاز احمد، تاریخ پاکستان، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۷ء، ص: ۵۳۰

[6] انجم، زاہد حسین، تاریخ پاکستان، نیو بک پیلس لاہور، س ن، ص: ۱۵۴

https://kitabosunnat.com/kutub-library/shahab-nama/page no.596/05.06.2020/04:00pm [7]

[8] ایضا

[9]https://www.bbc.com/urdu/pakistan/story/2005/07/050711_hisba_haroon_uk.shtml/07.08.2020/07:25pm

[10]http://zahidrashdi.org/2361/01.08.2020/09:30 am

[11] روزنامہ ایکسپریس ملتان، ۱۰ جنوری، ۲۰۲۰ء

[12] قبلہ ایاز، انٹرویو، کیپٹل ٹی وی، ۹ جنوری، ۲۰۲

[13] روزنامہ ایکسپریس، ۸ جنوری، ۲۰۲۰ء

[14] اسلامی جمہوریہ کا دستور، آرٹیکل ۲۲۷، ص: ۱۴۷

[15] اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات اور ان پر اعتراض، شفیق پسرور، روزنامہ پاکستان، لاہور، 11 جنوری 2020ء